ہوا میں اڑنے والے مجسمے اور پانی پر تیرتی عمارتیں، ساحلی شہر میں مجسمہ سازی کی نئی لہر کا آغاز

(نمائندہ خصوصی)

ساحلی شہر میں مجسمہ سازی کی ایک نئی لہر نے جنم لیا ہے جس میں فنکار روایتی پتھر اور دھات کے بجائے ہوا، پانی اور روشنی کو اپنا میڈیم بنا رہے ہیں۔ اس لہر کی سب سے نمایاں مثال ’’ہوا میں اڑنے والے مجسمے‘‘ ہیں جو ساحل سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز کشتیوں پر نصب کیے گئے ہیں۔ یہ مجسمے ہیلیم سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کی رسیاں اتنی لمبی ہیں کہ وہ سطحِ سمندر سے 6 فٹ سے لے کر 40 فٹ تک اونچائی پر تیرتے رہتے ہیں۔ ان کے ڈیزائن اس طرح ترتیب دیے گئے ہیں کہ ہوا کے ہلکے سے جھونکے سے بھی ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے، اور یوں ہر مجسمہ ایک ہی جگہ پر ساکت کھڑا رہنے کے بجائے مسلسل اپنی شکل بدلتا رہتا ہے۔

یہ منصوبہ ساحلی شہر کے میونسپل کارپوریشن کے ثقافتی شعبے اور مقامی آرٹ کونسل کے اشتراک سے شروع ہوا تھا۔ ابتدا میں بہت سے لوگوں کو یہ خیال عجیب اور غیر ضروری لگا تھا، کیونکہ ساحل پہلے ہی ایک مقبول سیاحتی مقام ہے اور وہاں پہلے سے کافی رونق موجود ہے۔ لیکن جب پہلے مجسمے کو پانی پر تیرتے ہوئے دیکھا گیا تو لوگوں کی رائے بدلنے لگی۔ اب ہر شام سینکڑوں افراد ساحل پر جمع ہو کر ان مجسموں کو دیکھتے ہیں، اور کئی خاندان تو صرف اسی منظر کے لیے شہر آتے ہیں۔

مجسمہ ساز ڈاکٹر نوید اختر چغتائی، جو اس منصوبے کے بانی ہیں، کہتے ہیں کہ ان کا مقصد لوگوں کو یہ یاد دلانا تھا کہ فن صرف عجائب گھروں کی دیواروں تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ ’’ہم چاہتے تھے کہ لوگ اپنے روزمرہ راستے پر اچانک کسی خواب جیسی چیز سے ٹکرائیں، رک کر حیران ہوں، اور پھر اپنے ساتھ کسی اور کو بھی بلا لائیں۔ یہ مجسمے اسی لیے بنائے گئے ہیں کہ وہ ہر بار مختلف دکھائی دیں۔‘‘ ان کے مطابق ہر مجسمے کی ساخت اس طرح رکھی گئی ہے کہ وہ ہوا کی سمت اور رفتار کے ساتھ خود بخود ڈھل جائے، اور اسی وجہ سے کوئی دو لمحے ایک جیسے نہیں ہوتے۔

تاہم اس منصوبے کو شروع سے ہی کئی چیلنجز کا سامنا بھی رہا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ ان مجسموں کی حفاظت کا تھا، کیونکہ کھلے سمندر میں تیز ہوا اور طوفان کسی بھی وقت ان کی رسیاں توڑ سکتے ہیں۔ اس لیے ہر مجسمے کے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹریکر لگایا گیا ہے جو اس کی لوکیشن مسلسل ساحلی نگرانی مرکز کو بھیجتا رہتا ہے۔ اگر کوئی مجسمہ طے شدہ حدود سے باہر نکلنے لگے تو عملہ فوراً کشتی لے کر اسے واپس لے آتا ہے۔ اب تک 3 مجسمے ایسے ہی حادثات میں ضائع ہو چکے ہیں، جن کی مرمت پر تقریباً 2 لاکھ روپے خرچ ہوئے۔

ماحولیاتی حلقوں کی جانب سے بھی اس منصوبے پر سوالات اٹھائے گئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہیلیم کے اخراج اور پلاسٹک کے ملبے سے سمندری حیات کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کے جواب میں منتظمین نے اعلان کیا ہے کہ تمام مجسمے بایوڈی گریڈ ایبل مواد سے تیار کیے جائیں گے اور ہیلیم کے بجائے گرم ہوا سے اڑنے والے نظام پر کام جاری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگلے مرحلے میں ایسے مجسمے بھی متعارف کرائے جائیں گے جو سورج کی روشنی سے اپنی توانائی خود حاصل کریں گے۔

اس منصوبے کا سب سے دلچسپ پہلو اس کا معاشی اثر بھی ہے۔ ساحل پر موجود ہوٹلوں، کشتی بانوں اور چھوٹے دکانداروں کا کہنا ہے کہ ان مجسموں کی وجہ سے سیاحوں کی تعداد میں واضح اضافہ ہوا ہے۔ کئی ہوٹلوں نے تو اپنے اشتہارات میں ان مجسموں کی تصاویر کو نمایاں جگہ دینا شروع کر دی ہے۔ ایک مقامی کشتی بان حاجی عبدالرزاق نے کہا کہ پہلے جہاں دن میں چند چکر لگتے تھے، اب وہی کام چار گنا زیادہ ہو گیا ہے۔ ’’پہلے لوگ صرف ساحل پر ٹہلتے تھے، اب وہ ہمارے ساتھ سمندر میں آتے ہیں، اور یہ ہم سب کے لیے اچھا ہے۔‘‘

منتظمین کا کہنا ہے کہ اگلے سال مزید 12 مجسمے شامل کیے جائیں گے، جن میں ایک بڑا مجسمہ ایسا بھی ہوگا جو ایک ساتھ 10 افراد کو ہوا میں لے جا سکے گا۔ اس کے لیے ایک خصوصی کشتی بنائی جا رہی ہے جو بیک وقت مسافر بردار اور مجسمہ بردار دونوں کام کر سکے گی۔ ڈاکٹر نوید اختر چغتائی کا کہنا ہے کہ ان کا خواب ہے کہ یہ ساحل ایک دن دنیا بھر کے فنکاروں کے لیے ایک تجربہ گاہ بن جائے، جہاں ہر سال نئے تصورات سامنے آئیں۔ ’’ہم نہیں چاہتے کہ یہ صرف ایک وقتی تماشا بن کر رہ جائے، ہم اسے ایک مستقل روایت بنانا چاہتے ہیں۔‘‘

(صفحہ آخر میں ملاحظہ کریں)

ساحلی شہر میں ہوا میں اڑنے والے مجسمے اور پانی پر تیرتی عمارتیں

(نمائندہ خصوصی)

ساحلی شہر میں مجسمہ سازی کی ایک نئی لہر نے جنم لیا ہے جس میں فنکار روایتی پتھر اور دھات کے بجائے ہوا، پانی اور روشنی کو اپنا میڈیم بنا رہے ہیں۔ اس لہر کی سب سے نمایاں مثال ’’ہوا میں اڑنے والے مجسمے‘‘ ہیں جو ساحل سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز کشتیوں پر نصب کیے گئے ہیں۔ یہ مجسمے ہیلیم سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کی رسیاں اتنی لمبی ہیں کہ وہ سطحِ سمندر سے 6 فٹ سے لے کر 40 فٹ تک اونچائی پر تیرتے رہتے ہیں۔ ان کے ڈیزائن اس طرح ترتیب دیے گئے ہیں کہ ہوا کے ہلکے سے جھونکے سے بھی ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے، اور یوں ہر مجسمہ ایک ہی جگہ پر ساکت کھڑا رہنے کے بجائے مسلسل اپنی شکل بدلتا رہتا ہے۔

یہ منصوبہ ساحلی شہر کے میونسپل کارپوریشن کے ثقافتی شعبے اور مقامی آرٹ کونسل کے اشتراک سے شروع ہوا تھا۔ ابتدا میں بہت سے لوگوں کو یہ خیال عجیب اور غیر ضروری لگا تھا، کیونکہ ساحل پہلے ہی ایک مقبول سیاحتی مقام ہے اور وہاں پہلے سے کافی رونق موجود ہے۔ لیکن جب پہلے مجسمے کو پانی پر تیرتے ہوئے دیکھا گیا تو لوگوں کی رائے بدلنے لگی۔ اب ہر شام سینکڑوں افراد ساحل پر جمع ہو کر ان مجسموں کو دیکھتے ہیں، اور کئی خاندان تو صرف اسی منظر کے لیے شہر آتے ہیں۔

مجسمہ ساز ڈاکٹر نوید اختر چغتائی، جو اس منصوبے کے بانی ہیں، کہتے ہیں کہ ان کا مقصد لوگوں کو یہ یاد دلانا تھا کہ فن صرف عجائب گھروں کی دیواروں تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ ’’ہم چاہتے تھے کہ لوگ اپنے روزمرہ راستے پر اچانک کسی خواب جیسی چیز سے ٹکرائیں، رک کر حیران ہوں، اور پھر اپنے ساتھ کسی اور کو بھی بلا لائیں۔ یہ مجسمے اسی لیے بنائے گئے ہیں کہ وہ ہر بار مختلف دکھائی دیں۔‘‘ ان کے مطابق ہر مجسمے کی ساخت اس طرح رکھی گئی ہے کہ وہ ہوا کی سمت اور رفتار کے ساتھ خود بخود ڈھل جائے، اور اسی وجہ سے کوئی دو لمحے ایک جیسے نہیں ہوتے۔

تاہم اس منصوبے کو شروع سے ہی کئی چیلنجز کا سامنا بھی رہا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ ان مجسموں کی حفاظت کا تھا، کیونکہ کھلے سمندر میں تیز ہوا اور طوفان کسی بھی وقت ان کی رسیاں توڑ سکتے ہیں۔ اس لیے ہر مجسمے کے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹریکر لگایا گیا ہے جو اس کی لوکیشن مسلسل ساحلی نگرانی مرکز کو بھیجتا رہتا ہے۔ اگر کوئی مجسمہ طے شدہ حدود سے باہر نکلنے لگے تو عملہ فوراً کشتی لے کر اسے واپس لے آتا ہے۔ اب تک 3 مجسمے ایسے ہی حادثات میں ضائع ہو چکے ہیں، جن کی مرمت پر تقریباً 2 لاکھ روپے خرچ ہوئے۔

تاہم اس منصوبے کو شروع سے ہی کئی چیلنجز کا سامنا بھی رہا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ ان مجسموں کی حفاظت کا تھا، کیونکہ کھلے سمندر میں تیز ہوا اور طوفان کسی بھی وقت ان کی رسیاں توڑ سکتے ہیں۔ اس لیے ہر مجسمے کے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹریکر لگایا گیا ہے جو اس کی لوکیشن مسلسل ساحلی نگرانی مرکز کو بھیجتا رہتا ہے۔ اگر کوئی مجسمہ طے شدہ حدود سے باہر نکلنے لگے تو عملہ فوراً کشتی لے کر اسے واپس لے آتا ہے۔ اب تک 3 مجسمے ایسے ہی حادثات میں ضائع ہو چکے ہیں، جن کی مرمت پر تقریباً 2 لاکھ روپے خرچ ہوئے۔

(صفحہ آخر میں ملاحظہ کریں)